باب۔7

عالم ارواح

عالم ارواح کو عالم ملکوت و عالم امر بھی کہتے ہیں۔ عالم امر یا عالم ارواح، شکل، وزن، زمان و مکان سے پاک ہے۔ ارواح کا پیدا ہونا اور کمال کو پہنچنا تدریجاً نہیں بلکہ دفعتاً ہے۔وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (القمر:۵۰)۔ مگر ان میں امہات الصفات ضرور رہتے ہیں۔ غرض کہ روح، عین ثابتہ و اسماء الٰہی سے رُونما اور حادث ہے۔

خلق کے دو معنیٰ ہیں:

(۱) احداث [دفعتاً ہو یا تدریجاً، وایجاد و اختراع]: اس معنیٰ میں عالم شہادت و عالم ارواح دونوں شریک ہیں۔ خلق، بایں معنیٰ، ذات و اسماء و صفاتِ حق کے مقابل ہے، یعنی اسماء و صفات الٰہیہ غیر مخلوق ہیں، اور ارواح و اجساد، مخلوق۔إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (یٰس:۸۲)۔ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الاسراء:۸۵)۔إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (النحل:۴۰)۔وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ (البقرۃ:۱۱۷)۔

(۲) حداث تدریجاً: اس میں صرف عالم شہادت ہے۔ اس کے مقابل عالم امر ہے، جو ارواح سے متعلق ہے۔ ارواح اس معنیٰ کے نظر کرتے، مخلوق نہیں بلکہ تحتِ امر ہیں، اور اجساد مخلوق ہیں۔ اسماء و صفات الٰہیہ و اعیان ثابتہ ہر اصطلاح یا محاورے کے لحاظ سے غیر مخلوق ہیں۔ کیوں کہ بعد امرِ کُن نہیں ہیں، بلکہ قبل کُن ہیں۔ اور تدریجاً بھی حادث نہیں۔ اور اجسام ہر محاورے سے حادث و مخلوق ہیں۔ کیوں کہ بعد امرِ کُن بھی ہیں، دفعتاً اور تدریجاً حادث ہیں۔ اور ارواح خلق بمعنیٰ بعد کُن کے لحاظ سے حادث و مخلوق ہیں۔ اور ارواح خلق بمعنیٰ حادث تدریجی کے لحاظ سے غیر مخلوق ہیں۔ مگر تحت امر کُن ضرور ہیں۔

Siddiqui Publications

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض مکتبۂ خیال والے ماسوا اللہ اور محتاج الی اللہ کو مخلوق کہتے ہیں۔ وہ صفات الٰہی و کلام اللہ کو بھی مخلوق کہنے سے نہیں ڈرتے، جو ذاتِ الٰہی سے منتزع ہوئے ہیں۔ اور بعض مکتبۂ خیال والے ہر حادث کو مخلوق کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے قول کے مطابق عالم ارواح، امثال اور شہادت تینوں مخلوق ہیں۔ اور بعض مکتبۂ خیال صفاتِ الٰہی کو لا عین و لا غیر کہتے ہیں۔ اور عالم ارواح و امثال کو عالم امر کہتے ہیں۔ اور ان کے لیے مخلوق کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔

7.1 معیار تقدم و تاخر:

معیار تقدم و تاخر تین ہیں: (۱) سرمد (۲) دہر (۳) زمان۔

غیر حادث سے نسبت دیں تو سرمد ہے۔ مثلاً، یہ کہیں کہ ذاتِ حق، صفتِ حیات سے یا روح سے یا مشہودات سے متقدم ہے تو یہ تقدم، سرمدی ہے۔ حادث تدریجی یا غیر تدریجی کو حادث غیر تدریجی سے نسبت دیں تو، دہر ہے۔ مثلاً روح اعظم، ارواح جزئیہ سے یا مشہودات سے متقدم ہے تو یہ تقدم، دَہری ہے۔ حادث تدریجی کو تدریجی سے نسبت دیں تو زمانہ ہے۔ مثلاً زید باپ، عمرو بیٹے سے متقدم ہے تو یہ تقدم، زمانی ہے۔ کیوں کہ زید و عمرو دونوں حادث تدریجی ہیں۔ رفتہ رفتہ اپنے کمال کو پہنچتے ہیں اور باپ بیٹے سے پہلے زمانے میں پیدا ہوا ہے۔

7.2 روح اعظم:

روح اعظم جس کے تمام ارواح مظاہر ہیں، وہ روح محمدی ہے۔ اسی کو روح کُل، روح عالم، جان عالم، اور اضافتاً انانیت عظمیٰ بھی کہتے ہیں۔ روح اعظم کی کلّیت اس کے جزئی تشخص کے منافی نہیں ہے۔ زید جزئی حقیقی ہے۔ متعین ہے۔ اس کو بچپن، نوجوانی، جوانی، ادھیڑ پن اور بڑھاپے کے لحاظ سے تعیناتِ مختلفہ عارض ہوتے ہیں۔ تو کیا زید کُلی اور اعتباری شے بن جاتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ عارضی کلّیت، ذاتی شخصیت کے منافی نہیں۔

7.3 عقل کُل:

روح اعظم کو بہ اعتبار عالم فاعل و موثر ہونے کے عقل کُل کہتے ہیں۔

7.4 نفس کُل:

روح اعظم کو بہ اعتبار معلوم یا مفعل یا متاثر ہونے کے نفسِ کُل یا نفسِ عالم کہتے ہیں۔

7.5 طبیعت کُل:

عقلِ کُل و نفسِ کُل کے ملنے اور ان کے امتزاج سے طبیعتِ کُل یا طبیعتِ عالم بنتی ہے۔ بعض عقل کُل کو قلم اور نفسِ کُل کو لوح بھی کہتے ہیں۔ کیوں کہ علم الٰہی کا پرتَو، عقلِ کُل پر پڑتا ہے۔ اور وہاں سے نفسِ کُل میں نمایاں ہوتا ہے۔

7.6 روح جزئی:

ہر ذرّہ کی جزئی روح ہوتی ہے۔ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَـٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (الاسراء:۴۴)۔ اور ذرّات جب ایک اجتماعی حالت پیدا کرتے ہیں اور ان کے امتزاج سے ایک طبیعتِ خاص پیدا ہوتی ہے تو ایک روحِ خاص ان سے متعلق ہوتی ہے۔ جس طرح یہ طبیعت ان ذرّوں میں ترتیبِ خاص پیدا کرتی ہے اسی طرح اس طبیعت کی روح ان ذرات پر حاکم رہتی ہے۔

جب ذرّات اور جوہر ہبا مختلف طور سے باہم مجتمع ہوتے ہیں تو ان پر ایک طبیعتِ معدنی فائز ہوتی ہے۔ اور اس کی تدبیر کے لیے ایک روحِ خاص متعلق ہوتی ہے۔ مثلاً، لوہا، سونا، ہڑتال، گندھک وغیرہ، کہ ہر ایک کے خواص جدا ہیں، طبیعت جدا ہے اور روحِ مدبّر جدا ہے۔

جب مختلف معدنیات باہم مل کر امتزاج پیدا کرتے ہیں تو طبیعت نباتی فائز ہوتی ہے۔ اور ایک روح نباتی مدبّر و متعلق اور ارواح معدنیات پر حاکم و مسلط ہوتی ہے۔ طبیعت نباتی کے آثار و خواص اور اعضاء وارکان طبائع معدنیات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً آم کا درخت، جام کا درخت وغیرہ، کہ ان میں تغذیہ و نشوونما و تولید موجود ہے۔

پھر جب وقتاً فوقتاً مختلف استعداد کے بعد صلاحیتِ حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے تو طبیعتِ حیوانی فائز اور روحِ حیوانی، ارواح معدنیات و نبات پر حاکم و مدبّر بنائی جاتی ہے۔ پھر جب

قوتِ تعقل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو طبیعتِ انسانی فائز کی جاتی ہے۔ اور روح انسانی بدن سے متعلق کر دی جاتی ہے۔ روح انسانی، ارواح جواہر ہبا، ارواح معدنیات، ارواح نباتات، اور ارواح حیوانات پر حاکم و مسلط ہے۔ اور تمام مملکتِ بدن کا شاہنشاہ اور تمام حرکاتِ بدن کا محرک اور تمام افعالِ انسانی کا ذمّہ دار افسر ہوتی ہے۔ لہٰذا درا صل عذاب و ثواب اسی کو ہے۔

ادراک دو قسم کا ہوتا ہے۔ احساسی و غیر احساسی۔ ادراک احساسی، تخیل پر مبنی رہتا ہے۔ تخیل ہی شادی و غم کا منشاء ہے۔ غیر احساسی ادراک، فرح و ترح، شادی و غم سے دور ہے۔ حضرت انسان میں احساس و تخیل ہے تو عذاب و ثواب، رنج و غم اس کے دامن گرفتہ ہیں۔ فرشتوں بلکہ خود ارواح اعضاءِ انسان کو علم ہے، مگر نہ تخیلی اور نہ احساسی۔ لہٰذا نہ ان سے عذاب کا تعلق ہے نہ ثواب کا۔

بعض لوگ علم احساسی کو علم جزئی اور علم احساسی کو علم کلّی کہتے ہیں۔ خواہ غیر احساسی علم کسی جزئی ہی کا ہو۔ ولا مشاحة فی الاصلاح۔

واضح ہو کہ ذاتیات اور خواص اور لوازم کے متعلق یہ سوال کرنا کہ فلاں ماہیت و ذات کے کیوں ایسے ذاتیات ہیں، یا خواص ہیں یا لوازم ہیں؟ بلکل مہمل سوال ہے۔ ذات و طبیعت و ماہیت کے ساتھ اس کے لوازم و خواص رہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ذات تو ہو اور ذاتیات نہ ہوں۔ یا طبیعت تو ہو اور اس کے خواص و لوازم نہ ہوں۔ پس اگر شیر کو گوشت نہ دیا جائے گا بلکہ اناج کھلایا جائے گا تو وہ قطعاً متضرّر ہو گا، بیمار ہو گا۔ نہ وہ پہلا زور رہے گا نہ وہ اگلی شجاعت، بلکہ کیا تعجب ہے کہ اس کے خلافِ طبع ہونے کی وجہ سے مر جائے۔

کوئی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ بکری گوشت خور کیوں نہیں ہے اور شیر کیوں ہے۔ یہ اپنی اپنی طبیعت ہے اور اس کا اقتضاء ہے۔ مگرمچھ پانی میں رہتا ہے اور سوسمار (گوہ) خشکی میں۔ سوسمار کو پانی میں ڈبو دو، وہ مر جائے گا۔ مچھلی یا مگرمچھ کو خشکی میں رکھو، وہ بھی مر جائیں گے۔ یہ ان کی طبیعت کا لازمہ اور ماہیت کا اقتضاء ہے۔ کوئی اس کے متعلق سوال نہیں کر سکتا کہ یہ کیوں؟

اسی طرح انسان، صاحبِ عقل و معرفت ہے۔ اس کے اقتضاء کے مطابق یا مخالف رہے گا تو ثواب یا عذاب پائے گا۔

غرض کہ بُرے عین ثابتہ، طبیعت و ماہیت و فطرت سے بُرائی کا صادر ہونا لازم ہے۔ اور اس کو عذاب کا لاحق ہونا بھی لازم ہے۔ نہ فطرت کے متعلق سوال ہو سکتا ہے، نہ اس کے لوازم کے متعلق۔

خوب سمجھو کہ خدائے تعالیٰ ہر شئے کو پیدا ضرور کرتا ہے۔ اور اس کی فطرت اور اس کے لوازم اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ نہ اچھی فطرت کو بُرا کرتا ہے، نہ بُری فطرت کو اچھا۔ بُرے ہو تو تم ہو۔ اچھے ہو تو تم۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ نیک، مستحقِ ثواب ہے تو اس کو ثواب دیا جاتا ہے۔ اور بد، مستحقِ عذاب ہوتا ہے تو اس پر عذاب کیا جاتا ہے۔ یہی مقتضائے انصاف اور عین حکمت ہے۔

دیکھو! اس امر سے غفلت نہ کرو کہ کوئی ذات، کوئی صفت، کوئی فعل، بندے کا جب تک خدائے تعالیٰ کُن نہ فرمائے، خلق نہ فرمائے، موجود ہی نہیں ہوتا۔ پس ذرّۂ بے مقدار سے خورشید پُر انوار تک، مشہودات سے ارواح تک، ہر آن ہر لحظہ اعطائے وجود میں خدائے جل جلالہٗ کے محتاج ہیں۔

Siddiqui Publications

وَيَسْأَلُونَكَ

عَنِ الرُّوحِ

قُلِ الرُّوحُ

مِنْ أَمْرِ رَبِّي

Siddiqui Publications